OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

قدیم خانقاہی نظام اور سلاسل اربعہ کے بنیادی مشترکات: ایک مطالعہ

A Study of Ancient Monastic System and the Main Features of Four Sufi Orders

Fozia Naeem

Assistant Professor of Islamic Studies Government Graduate college Jarranwala, Faisalabad

Ayesha Naeem

Doctoral Candidate, Department of Philosophy, University of the Punjab, Lahore

Abstract

During the Umayyad and Abbasid reigns the mystics tried their best to propagate the teachings of Islam by keeping a distance from the power corridors. They resolved to perform the duty of preaching Islam in a solid and practical way by remaining aloof from the tyrannous governmental powers. Different convoys of the mystics reached every nook and corner of the world in different ages, and with their sincere and compromising policy impressed the veracity of Islam upon the minds of the astray people. And in this way, by enlightening them with the light of Islam, made them a strong link of a wide circle in which the standard of respect and regard is not caste, colour or racial superiority but character and piety. This is the basis of old monastic system. The monastery of Sayed Ali bin Usman Hujveri alias Data Ganj Bakhsh (died 665AH) is considered to be the oldest in the subcontinent (established 431AH). The light of Islam spread in the mountains and valleys of Central Asia through the untiring efforts of the ancient revered saints. The monasteries of the saints acted as the centers of knowledge and enlightenment for many centuries. The fame of the cities like Khiva, Samarkand,

CC BY

Bukhara and Neyshabur spread far and wide. The old monastic system contributed to the propagation of Islam and it created many Orders (Silasil) the fundamental objective of which was to make the following of the teachings of Islam obligatory. Though these orders have differences over the spiritual paths (suluks) they adopt, the root of all the Orders is to 'enjoin good and forbid evil'. The origin and evolution of these Orders in the subcontinent started in the 13th century. Their number increased rapidly in the beginning, but most of them underwent extinction for different reasons except the four ones. The reason of survival of the Four Orders is the common features of several of their principles.

Key Words: Monastic System, Islam, Main Features, Four Sufi Orders

تمہید

تصوف کے بارے میں علماء کرام اور صوفیہ عظام کے مختلف اقوال وآراء موجود ہیں۔ اُن کا حاصل ایک ہی ہے کہ تصوف اسلام کی روح، اخلاق حسنہ کی جان، ایمان کا کمال اور شریعت کی اساس ہے۔ اس کا اصل تزکیہ نفس اور طہارت ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں شیخ خضری کا قول نقل کرتے ہیں۔"التصوف صفا اسرحن کصورة المخالفة"[1]"باطن کو مخالفت، حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک کر دینے کا نام تصوف ہے" امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:"فھو عبارة عن تجرد القلب اللہ تعالیٰ واستحقار ماسوی اللہ وحاصل یر جع انی عمل القلب والجوارح"[2]"تصوف اللہ تعالیٰ کے لیے دل کو خالی کرنا اور اللہ کے سوا کسی کو دل میں جگہ نہ دینا اور اس کا حاصل دل اور باقی تمام اعضاء عمل کی طرف پلٹنا"تصوف شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہے یہ کسی بھی پہلو سے تعلیمات شرعیہ کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ شریعت مطہرہ دل وجان ہے، یہ شریعت کی روح ہے۔

قدیم خانقاہی نظام

قدیم خانقاہی نظام کی ابتدا اِس وقت سے ہوتی تھی جب پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے دنیاوی علائق سے الگ ہو کر غار حرا کی تنہائی میں اپنے خالق کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو گئے تعلق مع اللہ اور حبِ الٰہی کی یہی کڑی قدیم خانقاہی نظام کا آغاز ہے۔ خانقاہی نظام کے تشکیلی عہد میں آنے والے صوفیہ دو تہذیبوں کے درمیان رابطے کا موثر ترین ذریعہ بنے۔ سید عثمان بن علی ہجویریؒ کو اس لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کہ غالباً وہ پہلے خلاق صوفی دانشور تھے کہ جنھوں نے ہندوستان میں منظم خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی۔ مابعد کے صوفی سلاسل کے لئے یہ خانقاہ ایک ماڈل اور سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ ہجویریؒ اور غزالیؒ کی روشن خیال روایت پسندی کو صوفی حلقوں میں بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ جس کے نتیجے میں آنے والے وقتوں میں باقاعدہ صوفی سلاسل وجود میں آئے اور پھر ان سلاسل نے اپنے افکار کی منظم اشاعت کے لئے خانقاہیں تعمیر کیں اور تہذیبی لین دین میں کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔ یہ کہنا بے

جانا ہوگا کہ جنوبی ایشیاء کی اسلامی تہذیب میں مکالمے کی روایت، رواداری امن پسندی، دینی علم بطور اساس معاشرہ اور جزبہ ایثار کے عناصر خانقاہی نظام کے کردار کی بدولت ہیں۔[3]

صوفی سلاسل کی ابتداء

سلاسل طریقت کا باقاعدہ آغاز دور تابعین میں ہوا۔ دنیا میں تقریباً دو سو سلاسل ہیں۔ جو شریعت اور طریقت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے عرفان ذات، تسخیر کائنات کے فارمولوں اور پیغمبرانہ طرز فکر کی تعلیم، رشد وہدایت اور ماورائی علوم کی تعلیم دیتے ہیں مثلا سلسلہ قادریہ، جنیدیہ، کرویہ، فردوسیہ، چشتیہ، شطاریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ۔[4] چند مشہور نام درج ذیل ہیں:

1. سلسلہ عجمیہ ۱۵۰ھ از حضرت حبیب عجمیؒ
2. سلسلہ ادھمیہ ۱۵۰ھ از حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن ادہمؒ
3. سلسلہ عیاضیہ ۱۷۰ھ از حضرت فضیل بن عیاضؒ
4. سلسلہ کرخیہ ۱۹۰ھ از حضرت معروف بن فیروز الکرخیؒ
5. سلسلہ محاسبیہ ۲۳۰ھ از حضرت ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبیؒ
6. سلسلہ طیفوریہ ۲۴۰ھ از ابویزید طیفور بن عیسیٰؒ بسطامی
7. سلسلہ سقطیہ ۲۴۶ھ از ابوالحسن سر سقطیؒ
8. سلسلہ جنیدیہ ۲۷۰ھ از حضرت جنید بن محمد بغدادیؒ
9. سلسلہ نوریہ ۲۸۰ھ از ابوالحسن احمد بن محمد نوریؒ

سلاسل اربعہ

یہ سلاسل طریقت بعد میں موجودہ چار سلسلوں میں مدغم ہوگئے۔ آج ان کی شہرت پس منظر میں چلی گئی ہے۔

1. سلسلہ چشتیہ 536ھ از حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
2. سلسلہ قادریہ 561ھ از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
3. سلسلہ عالیہ سہروردیہ 632ھ از حضرت شہاب الدین سہروردیؒ[5]
4. سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ 791ھ از حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری وامام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ

سلسلہ چشتیہ

تاریخی تسلسل کے اعتبار سے جو سلسلہ سب سے پہلے معرض وجود میں آیا۔ وہ سلسلہ چشتیہ ہے۔ جس کے بانی اول خواجہ ابو اسحاق شامیؒ(م329ھ) ہیں۔[6] تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سلسلہ چشتیہ کو پاک وہند میں جاری کرنے کا شرف خواجہ معین الدین چشتی کو حاصل ہے۔ آپ اپنے شیخ خواجہ عثمان ہارونیؒ(م617ھ) کے حکم کے مطابق ہندوستان ت لائے اور کفر وشرک کے اس ظلمت کدہ کو اسلام کی کرنوں سے منور کردیا آپ کے قدموں کی برکت سے اس ملک کی تاریکی غائب ہو گئی۔[7] حدیقۃ الاولیاء میں مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ:"ابتداء اس سلسلہ عالیہ کی حسن بصریؒ سے ہے جنہوں نے فیض باطن جناب علی المرتضیٰؓ سے پایا، ان سے عبدالواحد بن زین، ان سے خواجہ فضیل بن عیاض، ان سے خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم، ان سے خواجہ حذیفہ المرعشی، ان سے خواجہ ہبیرہ بصری، ان سے خواجہ علو دینوری، ان سے خواجہ اسحاق شامی، ان سے خواجہ ابوابدال، ان سے خواجہ ابو محمد چشتی، ان سے خواجہ ابویوسف چشتی، ان سے خواجہ مودود چشتی، ان سے خواجہ احمد چشتی،

ان سے خواجہ حاجی زندنی، ان سے خواجہ عثمان ہارونی، ان سے خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم الاجمیری، نے خلافت پائی اور یہ سلسلہ ہندوپنجاب میں خواجہ معین الدین حسن سنجری سے شائع ہوا اور ہزاروں طلبہ تکمیل پاکر قربِ الٰہی کے درجہ پر پہنچے"[8] چشتی بزرگ اتباع شریعت کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے۔ معین الدین چشتی اجمیریؒ اپنے اصحاب و خدام کو بڑی تاکید فرماتے تھے کہ سنن کے علاوہ مستحبات و آداب تک فوت نہ ہوں، سیر الاولیاء میں آپ کا ارشاد منقول ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ کی پیروی واتباع پر مضبوطی و ثابت قدمی دکھانی چاہیے اور کوئی مستحب وادب بھی فوت نہ ہونے پائے"[9]

سلسلہ قادریہ

اس سلسلہ کی شروعات شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی(م1166ء بمطابق 470ھ) نے کی تھی۔ جن کا مزار بغداد میں ہے۔ اُنہوں نے اپنے دورِ حیات میں ہی اپنے متعدد مریدوں کو تعلیم وتربیت سے آراستہ پیراستہ کر کے مختلف اسلامی ممالک میں اپنا خلیفہ جانشین) بناکر بھیجا۔ جس کا عروج روز بروز ہوتا چلا گیا۔ آپ نے جہاد بالنفس کے سلسلے میں کٹھن مجاہدے کئے ہیں۔[10] تمام سلاسل میں قادری سلسلہ سب سے افضل مانا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت شیخ جیلانیؒ سے منسوب ہے۔ سلاسلِ تصوف میں سلسلۂ قادریہ سب سے قدیم اور سب سے زیادہ مشہور و مستند سلسلۂ روحانیت مانا جاتا ہے اور اس سلسلے میں پیروکار پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، بلقان کے علاوہ مشرقی اور مغربی افریقا میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ حضرت محی الدین عبدالقادر کا ارشاد ہے: "میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے"[11] ان کے بڑے فرزند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی ہندوستان آئے اور اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ قادری لفظ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اسم گرامی عبدالقادر سے لیا گیا ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ قادریہ کہلاتا ہے۔ سلاسلِ تصوف میں سلسلۂ قادریہ سب سے قدیم اور سب سے زیادہ مشہور و مستند سلسلۂ روحانیت مانا جاتا ہے اور اس سلسلے میں پیروکار پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، بلقان کے علاوہ مشرقی اور مغربی افریقا میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ جب بغداد تشریف لائے اسی دور میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی کشمکش اپنے عروج پر تھی۔ حصول اقتدار کے لیے مسلمانوں کا خون بہایا جاتا تھا۔ گویا خوفِ خدا کی جگہ دنیا کی محبت نے لے لی تھی گویا امت مسلمہ فتنوں کی زد میں تھی۔ آپ نے بیک وقت ان کا مقابلہ کیا اور کشتی ملت کو بروقت سہارا دیا۔[12] سلسلہ قادریہ کی تعلیمات میں حضور ﷺ اور شریعت کی پابندی کو لازمی قرار دیا گیا تھا۔ سلسلہ قادریہ کا طریقہ شریعت کے عین مطابق تھا اگر کوئی شخص شریعت کے خلاف کرتا پایا جاتا تو اس کے مال کو سلب کر لیتے اور شیخ فرماتے اے لوگو! شریعت کا پاس اور ادب نہیں رکھو گے تو جو کچھ تم کھاتے ہو، جو کچھ تم کرتے ہو میرے سامنے آئینہ کی طرح ہے۔[13]

سلسلہ سہروردیہ

سہروردیہ سلسلہ کی بنیاد حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ نے رکھی۔ ان کی ولادت 490ھ میں ہوتی۔ آپ نے امام غزالیؒ کے بھائی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ جن کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے جاملتا ہے۔ ان کے خلفاء نے ان کی صوفیانہ تحریک کو الگ الگ ناموں سے رائج کیا۔ کرویہ، شعاریہ، فردوسیہ وغیرہ۔ لیکن سہروردیہ سلسلہ کو ان کے بھتیجے شیخ شہاب الدین سہروردی(م1234ء) نے رائج کیا۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک ایسے تربیتی مرکز کی بنیاد ڈالی جہاں سے متعدد صوفیاء کو تعلیم وتربیت دے کر مختلف اسلامی ممالک میں کام کرنے کے لیے بھیجا شیخ شہاب الدین کی نظر ہندوستان پر تھی۔ اُنہوں نے مذہب اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لیے متعدد تربیت یافتہ صوفیاء کو ہندوستان میں خلیفہ بناکر بھیجا۔ ان میں شیخ نور الدین مبارک غزنوی، شیخ ضیاء الدین رومی، قاضی حمید الدین قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان میں سہروردیہ سلسلہ کو فروغ دینے کا سہرا شیخ بہاؤالدین زکریاملتانی کو جاتا ہے۔ جنہوں نے ملتان اور اُچ کے علاوہ دیگر علاقوں میں سہروردیہ سلسلہ کی اہم خانقاہیں قائم کیں۔[14]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے: ”مشہور سلسلے کل چودہ ہیں۔ جنھیں چودہ خانوادے کہا جاتا ہے۔ نقشبندیہ سلسلے کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ باقی تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو کر آنحضورؐ سے ملتے ہیں“[15] سہروردیہ مشہور روحانی سلاسل میں سے ہے اس سلسلہ کے پیروکار سہروردی کہلاتے ہیں، جو زیادہ تر ایران، پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں ہیں۔ سلسلہ سہروردیہ کی ابتدا چھٹی صدی ہجری میں ہوئی یہ سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت پرانا ہے اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھی بھاری ہے۔ شیخ وجیہ الدین سہروردی کے نامور خلیفہ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقادر سہروردی نے سلسلہ سہروردیہ کی بنیاد عراق کے مشہور شہر بغداد میں رکھی۔ آپ کی ولادت ۴۹۰ھ قصبہ سہرورد میں ہوئی۔[16] سہرورد چشت کی طرح ایک مقام کا نام ہے۔ جو عراق و عجم کے اندر ہمدان اور زنجان کے درمیان واقع تھا حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمران کے پیر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب اور شیخ وجیہ الدین یہیں کے رہنے والے تھے اس لئے ان سلسلوں کو سہروردیہ کہتے ہیں۔[17] حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی کی وفات کے بعد آپ کی اولاد اور خلفاء نے اس سلسلے کو جاری رکھا سب سے زیادہ آپ کے سلسلے کو آپ کے بھتیجے شیخ شہاب الدین نے پھیلایا۔ آپ ۵۳۹ھ میں ایران کے صوبہ جبال میں بمقام سہرورد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تصوف کے اسرار و رموز اپنے چاچا ابو نجیم سہروردی سے سیکھے۔ ان کے دست پر بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔ آپ نے حضرت عبدالقادر جیلانی سے بھی فیض اتنا حاصل کیا۔ سید قاسم محمود لکھتے ہیں: '' تصوف کا یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروری سے منسوب ہیں، برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلے کے پہلے بڑے نمائندہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی تھے۔“[18] بہاؤالدین زکریا ملتانی، ۵۶۶ھ کو کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ وجیہ الدین تھا، آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ خراسان، بخارا، مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں بہت سے درویشوں سے ملاقات کی۔ ان سے بہت سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ پھر بغداد آکر شیخ شہاب الدین سہروری سے بیعت کی“[19] سہروردیہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

> ”سہروردیہ میں نسبت عثمانی کا ظہور ہے حضرت عثمانؓ کی کمال اقربیت بسبب وظائف اطاعت بہت ہے ،نسبت نوحی ہے امت نے ایذا پہنچائی تھی۔ حضرت عثمانؓ بھی مظلوم شہید ہوئے۔ طریقہ سہروردیہ کا رواج بھی بہت کم ہے“[20]

حضرت شہاب الدین سہروردی نے اتباع سنت پر زور دیا۔ مشائخ کرام کے اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن اتباع کی بدولت سنورے اور آراستہ ہوئے ہیں۔ یہی آپ کے احکام اور اللہ کے اوامر و نواہی کے سلسلہ میں آپ کی سنت کو زندہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔[21] حضرت شیخ ذکر جلی اور خفی کے قائل ہیں۔ ذکر قلبی ان کے ہاں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ شیخ محمد اکرم اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:” ان کے ہاں سانس بند کر کے اللہ کا ورد کرنے کا رواج ہے، تلاوت پر زور دیتے ہیں، محفل ذکر میں شامل ہونے سے پہلے شیخ کے دست حق پر تائب ہونا ضروری ہے، دوران ذکر قبلہ رخ بیٹھنے کی تاکید کی جاتی ہے، ذکر سری اور جہری دونوں طریقوں سے ہوتا ہے“[22]

صوفیا کرام اپنے مریدوں کی خاص اصولوں پر تربیت کرتے ہیں، سیاست میں بھی حصہ لیتے اس کے علاوہ حکمرانوں کی اخلاقی و دینی تربیت کرتے اور غیر شرعی امور سے پرہیز کرتے، اس سلسلہ کے صوفیا کرام سماع کو کچھ شرائط کے ساتھ مستحب قرار دیتے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ

نقشبندیہ سلسلہ کے بانی حضرت شیخ بہاوالدین نقشبندیؒ (م1388) ہیں۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ خواجہ باقی باللہ (م1603ء) کی توسط سے پہنچا۔[23] مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القابات رہے۔

1. صدیقیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ تک اسے "صدیقیہ" کہتے ہیں۔
2. طیفوریہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے خواجہ خواجگان خواجہ عبد الخالق عجدوائیؒ تک اسے "طیفوریہ" کہتے ہیں۔
3. خواجگانیہ حضرت خواجہ عبد الخالق عجدوائیؒ سے خواجہ خواجگان خواجہ بہاوالدین نقشبندؒ تک اسے "خواجگانیہ" کہتے ہیں۔
4. نقشبندیہ خواجہ خواجگان خواجہ بہاوالدینؒ سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تک "نقشبندیہ" کے نام سے موسوم تھا۔
5. نقشبندیہ مجددیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد اسے "طریقہ نقشبندیہ مجددیہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔[24]

یہ روحانیت کے مشہور سلاسل میں سے ہے، اس سلسلے کے پیروکار نقشبندی کہلاتے ہیں جو پاکستان، بھارت کے علاوہ وسطِ ایشیا اور ترکی میں کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ چونکہ اس روحانی سلسلہ کے بانی شیخ بہاؤالدین نقشبند ہیں اس لئے یہ سلسلہ نقشبندیہ کہلایا۔ شیخ بہاؤالدین نقشبند بخارہ کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے ہوتا ہے۔[25] اس سلسلے کا باقاعدہ آغاز حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤالدین نقشبند سے ہوتا ہے۔ آپ اویسی ہیں آپ کی تربیت خواجہ عبد الخالق عجدوانی کی روحانیت سے ہوئی ہے۔[26] سلسلہ نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کی طرح مقام سے نسبت نہیں رکھتا، بلکہ قادریہ کی طرح اس کا تعلق بانی سلسلہ کے نام سے ہے۔[27] حضرات نقشبندیہ نے اپنے طریقہ کی بنیاد گیارہ اصولوں پر رکھی ہیں: "آٹھ کلمات خواجہ خواجگان حضرت عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ا۔ ہوش در دم۔ ۲۔ نظر بر قدم۔ ۳۔ سفر در وطن۔ ۴۔ خلوت در انجمن۔ ۵۔ یاد کرد۔ ۶۔ باز گشت۔ ۷۔ نگہداشت۔ ۸۔ یاداشت۔ تین کلمات بانیٔ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ ا۔ وقوف زمانی ۲۔ وقوف قلبی ۳۔ وقوف عددی"[28] اصل مقصود تو اللہ کی رضا و محبت ہے اس کو پانے کے لئے تزکیہ، احسان، سلوک اور تصوف کی ضرورت پڑتی ہے۔ نجات و فلاح اور کامیابی اس کے لئے جو شریعت کے اصول و ضوابط پر عمل کرتا ہو، مرشد کی راہنمائی میں طریقت کے سیدھے راستے پر چلے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز اور حقائق کا بالیقین مشاہدہ کرنے کے بعد معرفت الٰہی حاصل کرلے کہ یہی مقام سلوک و رضا ہے۔

سلاسل اربعہ کے بنیادی اشتراکات

توحید

صوفیاء کا اجماع ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی ہمسر نہیں، اس کا کوئی مشابہ نہیں، ان صفات سے موصوف ہے اس کی دوسری ذاتوں کی طرح نہیں۔ شیخ ابو نجیب عبد القاہر سہروردی اللہ تعالیٰ کی صفات تشابہات کے متعلق صوفیاء کرام کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "صوفیاء کرام نے ان باتوں پر اجماع کیا ہے کہ کلام مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں خدا کی نسبت منہ، ہاتھ، نفس سمع، بصر، کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ بغیر تمثیل اور تعطیل کے بجائے خود ثابت ہے"[29] تصوف کا جائزہ اس کی تعلیمات اور مقاصد کے حوالے سے لینے سے پتہ چلتا ہے کہ دینی و ملی اداروں میں ہمہ گیر زوال کے باعث امت پر بدبختی کے سائے منڈلانے لگے تو بد قسمتی سے تصوف کی نسبت بھی لاتعداد غلط فہمیاں کئی افراد کے ذہنوں میں پیدا ہو گئیں جو ان

کی (دراصل) کم فہمی کا نتیجہ ہیں اور سطحی مطالعہ یا واعظوں سے متاثر ہو کر وہ یہ تصور کرنے لگے کہ تصوف ترک دنیا کی تعلیم دیتا ہے یہ اسلام میں درآمدہ رہبانت ہے۔عام لوگوں کے نزدیک تصوف کا مفہوم کچھ ایسا ہی ہے کہ یہ محض جنگلوں اور غاروں میں چلے جانے کا نام ہے کارِ ازحیات سے کٹ کر بزدلی ونامردی کو اپنا کر محض گوشہ عافیت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کئے جانے کا نام ہے گویا تصوف زندگی میں تعطل اور جمود کی تعلیم دیتا ہے بعض لوگوں کا تصور یہ بھی ہے کہ تصوف محض کسی سلسلہ خانقاہی سے منسلک ہو کر شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جانے کا نام ہے کہ نہ مرشد پر کوئی پابندی ہو اور نہ ہی مرید کسی حدود وقیود کا پابند ہو۔

تزکیہ نفس

سلاسل اربعہ کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک تزکیہ نفس بھی ہے اس سے مراد نفس کو رزائل اخلاق سے پاک کرنے اور اسے اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرنے کے ہیں۔ان کا شمار تصوف کے اولین مقاصد میں سے ہوتا ہے۔قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا"[30]"کامیاب ہوا شخص جس نے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے معصیت میں چھپایا" مزید ارشاد باری تعالی ہے:"قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى"[31]"بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا" پھر ارشاد ہوا:"هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُم الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ"[32]اس آیت کریمہ کی رو سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بعث کے چار مقاصد کی وضاحت ملتی ہے۔وہ نبی پاک کے فرائض رسالت بھی ہیں۔ان میں سے پہلا فرض آیات کی تلاوت ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو۔احکام آیت کی صورت میں نازل ہوتے، حضور ﷺ انھیں پڑھ کر سنائیں۔دوسرا فرض یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کا تزکیہ نفس کرتے۔جب قلب کی صفائی ہو جاتی تو حضور پاک ﷺ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے۔یہ حضور ﷺ کا تیسرا فریضہ رسالت تھا۔اس کے بعد حکمت بھری باتوں سے قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح کرتے۔اس طرح بعثت کے چار مقاصد پورے ہوتے اور رسالت کے بھی فرائض ادا ہوتے۔[33]تزکیہ نفس جو تصوف کی زندگی کا پہلا قدم ہے انسانی زندگی کو اپنے من کی تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک کر دینے کا نام ہے گویا تصوف نقطہ آغاز تقاضا کرتا ہے کہ نفس انسانی کذب و دروغ گوئی سے پاک ہو جائے، ریاکاری اور منافقت جیسے رذائل دور ہو جائیں، کبر و نخوت اور غرور تکبر کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے، حسد و کینہ اور بغض وعناد کا خاتمہ ہو جائے دنیا کی محبت اور لالچ سے انسان کے قلب و باطن پاک ہو جائے اور ان کے رذائل کی جگہ عجز وانکسار خشوع وخضوع تذلل وتواضع نفع بخشی وفیض رسانی فہم واذکار اور وجود سخا اور محبت الٰہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں اور انسان کو نفس ہر قسم کے رذائل کا انکار کرے اور ان کی بیگانگی محسوس کرے۔جب انسان کا قلب وباطن پاک ہو جائے تو اس کا زاویہ سوچ بدل جاتا ہے۔[34]تزکیہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خود سے بہتر تصور کرے اگر کوئی چھوٹا ہو تو اسے اس لئے خود سے بہتر سمجھے کہ اس کی عمر کم ہے لہٰذا اس نے مجھ سے کوئی گناہ کئے ہیں اگر کوئی بڑا ہے تو اسے اس لئے بہتر سمجھے کہ یقیناً زیادتی عمر کے باعث اس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں اگر کوئی کمزور ہے تو اس لئے اسے خود سے بہتر سمجھے کہ یہ کمزور ہے کسی پر ظلم و زیادتی نہ کر سکا ہو گا کسی کی حق تلفی نہ کر سکا ہو گا اگر کوئی خود سے طاقت ور ہو تو اسے اس لئے اچھا سمجھا جائے کہ یقیناً اس نے مظلوموں کی مدد کی ہو گی اور میں طاقت نہ ہونے کے باعث اس نیکی سے محروم رہا ہو گا اگر کوئی ہمعصر ہے تو اسے اس لئے اچھا سمجھ جائے کہ نیکیوں کے مواقع دونوں کو یکساں نصیب ہوئے یقیناً وہ مجھ سے نیکیوں میں سبقت لے گیا ہو گا اور میں غفلت اور سستی کے باعث ان نیکیوں سے محروم رہا۔ارشاد خداوندی ہے:"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود

بنالیا"[35]جوزبان سے تو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو اپنارب مانتاہوں لیکن درحقیقت وہ اللہ کو نہیں مانتا بلکہ اپنے ہوائے نفس کو عملاً اس نے خدا کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔ہم میں سے ہر شخص اپنے من ک دنیا میں جھانک کر دیکھے، خدا کی ذات اسے بصیرت بخش دے اسے اپنے احوال کی خبر ہو جائے تو یہ دلخراش حقیقت سامنے آجائے گی کہ ہم میں سے کوئی خود کو خدا کے برابر اور کوئی خدا سے بھی بڑھ کر تصور کرتا ہے۔[36]تصوف کی تعلیم تو یہ ہے کہ خدا اسے بڑائی یا برابری کا تصور تو درکنار خدا کے کسی بندے کو بھی اپنے سے کمتر نہ سمجھو۔ اس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:"اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآاَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"[37]"میں نے تو اپنا منہ اسی کی طرف یکسو ہو کر کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں" تعلیم تصوف کے اس پہلے مقصد کی تصدیق وتوثیق قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے کہ"وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰىهَافَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَاوَتَقْوٰىهَا۔قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَاوَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا"[38]"اور نفس کی (یعنی انسانی جان کی) قسم اور اس کی (قدرت وحکمت کی) جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کو اپنی بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا دیا" گویا تصوف کا تو پہلا ہی قدم انسان کو تعطل، جمود، غفلت اور تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کر اس کے قلب وباطن کو روشنی وحرارت عطا کر کے اسے وہ حرب وانقلاب، وہ تازگی، وہ جوش وعمل اور قوت کردار ادا کرتا ہے کہ پھر تصوف کی راہ کا سالک، محبت الٰہی سے سرشار ہو کر اپنے عمل وفکر سے دنیا کو روشن روشن کر دیتا ہے۔ پھر وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے نہ تو جھکتا ہے، نہ لرزتا ہے، نہ بکتا ہے اور نہ گھبراتا ہے۔ گویا فلسفہ تصوف مرد مومن کی وہ راہ دکھاتا ہے کہ اس کی شخصیت ایک چٹان بن جاتی ہے اور ہر قسم کی آلائشوں کے طوفان، مخالفتوں کے جھکڑ اور خواہشات کی آندھیاں اس سے سر پٹخ پٹخ کے دم توڑ دیتی ہیں لیکن اس کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہیں ہو پاتی کیونکہ وہ اس محبوب کی یاد میں مگن ہوتا ہے جس کے عشق ومحبت کے نشہ کو کوئی ترشی آمادہ زوال نہیں کر سکتی۔

صفائے قلب

تزکیہ نفس کے بعد تصوف کا دوسرا بنیادی مقصد صفائے قلب ہے۔جب نفس انسانی گناہ کی آلائشوں، آلودگیوں اور رذائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے تو اس طہارت کے اثرات انسان کے قلب وباطن پر مترتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔جب انسان کی عضبیہ اس کے لطیف جذبہ رحم اور عفو درگزر سے مغلوب ہو جاتی ہے تو شخصیت میں جمالیاتی پہلو غالب آجاتا ہے اور عملی زندگی میں اس کے اثرات محسوس ومشہود ہوتے ہیں۔

انسان کے اندر لالچ اور حرص گھٹیا داعیات وجذبات کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو انسان میں ماسوا اللہ سے بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے جو محبت الٰہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ پھر جوں جوں یہ نیازی بڑھتی چلی جاتی ہے اور محبوب سے نیاز مندی میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے اور دل کی دنیا بدلتی جاتی ہے جب غرور وتکبر کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو دماغ سے اناولاغیری کا خناس نکل جاتا ہے پھر انسان کے دل میں نرمی، رقت اور رافت پیدا ہوتی ہے جو تجلیہ وتصفیہ قلب کا سامان بنتی ہے جب تصوف کا یہ دوسرا مقصد تکمیل پذیر ہوتا ہے تو دین کا ایک اہم تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔جو لوگ اپنے کئے پر نادم ہوتے ہیں۔روتے ہیں اور اللہ سے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیا جاتا ہے ان کے دل پر لگ جانے والی آلودگی دھودی جاتی ہے اور جو گناہ پر اصرار کرتے رہ جائیں ان کے دلوں کا زنگ اور سیاسی گہری اور مستقل ہوتی چلی جاتی ہے اس کیفیت کا نقشہ قرآن حکیم نے یوں کھینچا ہے:"كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ"[39]"کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کی کمائیوں نے زنگ چڑھا دیا ہے "اس رنگ اور سیاہی کا سبب انسان کے وہ افعال ہوتے ہیں جو اس کی فطرت سے متصادم ومتخالف ہوتے ہیں چونکہ

اسلام دین فطرت ہے لہٰذا اسلام سے بھی متصادم ہوتے ہیں اولاً، انسان کی شخصیت اندر سے ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے گناہ کا اثر اس کے قلب و باطن کو بے قرار و مضطرب کر دیتا ہے لیکن جب ان افعال میں اصرار پیدا ہوتا ہے تو یہ زنگ دل پر اس قدر چھا جاتا ہے کہ ضمیر مردہ ہو جاتا ہے کوئی بھی بری بات بری بات نہیں لگتی، نتیجہ دل طہارت کے نور سے خالی اور محبت الٰہی کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان افعال کے اثرات کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے: "ان العبداذااخطاخطیئه نکتت في قلبیه سوداء فاذاهونزغ واستغفرو تاب صقل قلبه وان عادزیدفیها حتي تعلوقلبه وهوالران الذي ذکرالله کلا بل ران علي قلوبهم ماکانویکسبون"[40] "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جب بندہ غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں نقطہ پڑ جاتا ہے پس اگر وہ اس سے باز آجائے اور توبہ واستغفار کرلے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس غلطی کا دوبارہ ارتکاب کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ الران ہے جس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ خبردار بلکہ یہ ان کے اعمال جو ان کے دلوں پر غالب آگئے" گویا تصوف کا مقصد دل کو اس حقیقی کیفیت میں لے آنا ہے۔ اگر دل زنگ آلود رہا تو فاجر ہے اور اگر پاک ہو گیا تو متقی ہے اور پھر ہدایت قرآنی بھی اسی دل پر اثر انداز ہوتی ہے جو اثر پذیر ہو جس طرح صاف، تازہ اور شریں دودھ کو کوئی بھی دانش غلیظ، زنگ آلود اور بدبودار برتن میں نہیں ڈالتا اسی طرح اللہ رب العزت جو حکمت و دانش کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت قرآنی کے نور کو زنگ آلود میں ڈال دیں کیونکہ غلیظ برتن تو خوشبودار برتن کو بھی متعفن کر دیتا ہے گا جس طرح بارش گندی زمین پر ہوتی ہے تو بجائے سبزہ کے بدبودار اور تعفن اٹھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّه اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُه كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَافَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ"[41] "اے محبوب ان کے سامنے اس کا حال بیان فرمایئے جسے ہم اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان سے (اپنی قلبی زنگ کے باعث) بھاگ نکلا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ بھٹکنے والوں میں سے ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ذریعے اسے عظمتیں عطا کرتے لیکن (اس کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا) وہ توزمین (پستی) سے چمٹتا چلا گیا اس کی مثال کتے جیسی ہے اب تم اس پر حملہ کرو تب بھی اس کی ہوا وہوس کی زبان لٹکی رہے گی اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکی رہے گی اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان ٹکائے رکھے گا۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں آپ ان سے یہ قصے بیان فرماتے جائیں شاید کبھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں"

اطاعت حق

راہ تصوف کا تیسرا بڑا ارتقائی مرحلہ اطاعت حق کا تحقق ہے جس کے بارے میں اصولی حکم قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر وارد ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ"[42] "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی" گویا اطاعت الٰہی ایمان کا تقاضا ہے۔ ایمان عقیدہ ہے تو اطاعت اس کے تقاضے پورے کرنے کی تصدیق و توثیق۔ اطاعت حق کے متحقق ہونے کے لئے الٰہی اصول اطاعت رسول ہے اور ہر بات طے کر دی گئی ہے کہ: "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"[43] "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی" اور رسول ﷺ کی یہ اطاعت عین اطاعت الٰہی اس لئے ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ"[44] "اور ہم نے ہر رسول

کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے "اطاعت الٰہی ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اور تصوف کا مقصود اس اطاعت کو درجہ کمال تک پہنچانا ہے اور جب یہ درجہ کمال کو پہنچ جائے تو تصوف کا تیسرا مقصد تکمیل آشنا ہوتا ہے۔

عشق الٰہی

اسلام نے انسانوں کی ہدایت اور اس ہدایت پر عمل پیرا ہو کر خلیفہ کا مقام پانے کو ضابطہ عنایت کیا ہے وہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن کی تعلیمات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ تعلیمات اسلامی کی روح عشق و محبت ہے۔ مضمون عشق قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا: "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ"[45] "ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں" یعنی وہ لوگ اہل ایمان ہیں اور ایمان کی حقیقی حلاوت و لذت سے بہرہ یاب ہیں وہ اللہ کی ذات سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اللہ سے عشق کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ کی محبت اجالے کر دیتی ہے۔ ان کے نس نس میں محبت الٰہی سریت کر جاتی ہے پھر خواہ آتش نمرود میں ڈالو یا کو ئلوں پر جھلسا دو یا تپتی ریت پر تڑپاؤ یا اذیتیں دے دے کر بے ہوش کر دو عالم بے خودی میں بھی ان کے لہو سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ

پھر اس کی محبت کے سوا کسی غیر کی محبت ان کے دل میں جگہ حاصل نہیں کر پاتی ان کا دل محبت رسول ﷺ سے لبریز ہوتا ہے کیونکہ محبت رسول ﷺ ہی دراصل محبت الٰہی ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ: "وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا"[46] "سب کچھ چھوڑ کر اسی کے ہو جایئے "مزید فرمایا: "لایومن احدکم حتي اکون احب الیہ من والدہ ولدہ والناس اجمعین"[47] "تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد، والدہ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" گویا ایمان کامل کا تحقق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان عشق و محبت میں توحید کے تقاضے پورے نہ کرے۔

رضائے الٰہی کا حصول

محبت الٰہی کا نقطہ کمال یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے رضائے الٰہی کو تحقق تصوف کا پانچواں مرحلہ ہے یہاں اللہ کے محب کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ آیت قرآنی: "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا"[48] "اے دیکھنے والے تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ کبھی رکوع اور کبھی سجود میں ہیں ہر طرح اللہ سے اس کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں" ان کی سعی و کاوش، عبادت اور شب بیداریاں ان سب کا مقصد حیات رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے ان کی عبادت کا محرک خواہش جنت نہیں ہوتی۔ وہ اس لئے گریہ وزاری نہیں کرتے کہ دوزخ سے نجات پا جائیں بلکہ وہ محبوب حقیقی کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی دولت رضائے الٰہی ہے اور ان کے اس نظریئے کی تائید و توثیق خود قرآن فرماتا ہے: "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَر"[49] "اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے"

معرفت ذات الٰہی

جب بندہ مرحلہ رضا کو طے کر لیتا ہے تو حجابات مرتفع ہونے لگتے ہیں، ذات الٰہی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ پھر ہر شے میں اسے ذات الٰہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ"[50] "ان کے دل ہیں لیکن وہ اس سے (قرآن و حدیث میں) فکر نہیں کرتے اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے (اخلاق محمدی) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے (وہ حضور کا بیان) سنتے تک نہیں یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بے راہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں" گویا ان

تمام اعضاء کے صحیح وسالم ہونے کے باوجود ان کی بصارت نور بصیرت سے محروم ہے،اس کی سماعت حقیقت تک پہنچنے سے معذور ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دل رکھتے ہیں مگر کچھ سمجھتے نہیں ان کے قلب پر انوار وتجلیات وضوفشاں نہیں ہوتے کیونکہ ان کے قلب زنگ آلود ہیں وہ تمام عقدوں کو عقل کے زور سے کھالنا چاہتے ہیں جبکہ حقیقت کے عقدے قلب کی کنجی سے واہوتے ہیں۔انہیں دل میسر ہیں لیکن محض گوشت کالو تھڑا یا گردش خون کا محور،اس سے زیادہ کچھ نہیں،ان کے قلوب اس حقیقت سے محروم ہیں۔انسان جس سمت نظر کرتا ہے ذات الہی جلوہ گر نظر آتی ہے اس کی نگاہ اس حقیقت کو بالفعل دیکھتی ہے۔تصوف ان چھ تعلیمات ومقاصد سے عبارت ہے۔برائے استحضار واضح رہے کہ تصوف کا پہلا قدم تزکیہ نفس ہے۔دوسرا قدم صفائے قلب ہے۔تیسرا قدم اطاعت حق ہے۔پانچواں حق رضا الہی ہے۔چھٹا قدم معرفت الہی ہے۔حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ پہلے یہ حالت تھی کہ جب کبھی اس کی تلاش میں نکلتا اپنے سوا کچھ نہ پاتا۔لیکن ان کے سوا کچھ نہیں پاتا۔اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان تعلیم تصوف کے نقطہ کمال سے معرفت الہی تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی نظروں کے سامنے سے فنا کتسارے کے سارے پردے معدوم ہو جاتے ہیں اور ظاہر وباطن میں صرف وہی ذات والاصفات باقی رہ جاتی ہے۔

عبادت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لیے پیدا کی ہیں۔مگر اُس ذات نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔اہل تصوف کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"[51]"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے"پھر فرمایا:"وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰى يَاْتِيَکَ الْيَقِيْنُ"[52]"اور اپنے رب کی عبادت کرو حتٰی کہ تمہاری موت کا وقت قریب آجائے"

تقویٰ

تقویٰ دل کی اُس کیفیت کا نام ہے جس میں ہر وقت خوف خدا موجود ہو۔انسان ہر وہ کام کرے جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا ہے۔پر اُس لغو سے بچے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے:"ان نتقی من الفضلات وبنفسک من الشهوات وبحلقک من لذات وبجوارحک من الشبهات"[53]"تقویٰ یہ ہے کہ تو اپنے دل کو غفلتوں سے،نفس کو شہوتوں سے،اپنے حلق کو لذتوں سے اور اعضاء کو گناہوں سے بچالے"تقویٰ کو اسلام میں بڑا مقام حاصل ہے۔یہ نفسانی خواہشانی خواہشات کو جلاتا ہے اور نفسانی آفات کا جڑ سے خاتمہ کر دیتا ہے۔صوفیائے کرام انتہائی متقی و پرہیز گار ہوتے ہیں۔ان پر اس قدر خوف خدا کی کیفیت طاری ہوتی ہے ان کے بدن اس کی وجہ سے کانپتے رہتے ہیں۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مجاہدہ

مجاہدہ اہل تصوف کی جان ہے۔اور اس کی اصل قرآن پاک سے منقول ہے۔ارشاد الٰہی ہے:"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ"[54]"اور جن لوگوں نے ہماری طرف کوشش کی ہم انہیں راہ دکھائیں گے اللہ ضرور نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے"مجاہدے کی حقیقت اور اس کا تمام تر دارومدار اس بات پر ہے۔کہ انسان اپنے نفس کو ان تمام امور سے چھڑوادے جن کا وہ عادی ہو چکا ہے۔اور اُسے بالعموم اپنی خواہش کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دے۔دو باتیں نفس کو نیک کام کرنے سے روکتی ہیں۔پہلی خواہشات کی پیروی کرنا اور دوسری اطاعت گزاری سے باز رہنا۔

خاموشی

صوفیا کی مجالس اور حلقوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور لغو گفتگو پر خاموشی کو ترجیح دی گئی ہے۔ تا کہ قلب غفلت سے بچ سکے اور اُسے یکسوئی حاصل ہو سکے۔ مزید بر آں چغل خوری اور زبان کی آفتوں سے بچا جاسکے، خاموشی بار گاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے آداب میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وَاِذَاقُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"[55]"جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش ہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"

سلوک

سلوک کا شمار تصوف کے اولین مقاصد میں ہوتا ہے۔ فیروزالدین نے سلوک کا یہ معنی تحریر کیا ہے:"سلوک سے مراد راستہ چلنا۔ راہ طے کرنا، تلاشِ حق اور اصطلاح تصوف میں سلوک سے مراد حق تعالیٰ کا قرب چاہنا ہے"[56] قرب خداوندی کے ذرائع حاصل کرنے اور دار آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا نام سلوک ہے۔ ظاہر میں اعمال شریعہ کے التزام کے ساتھ اخلاق باطنی کی اصلاح و تزکیہ کو سلوک کہتے ہیں۔[57] قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے سَلَکَ کا لفظ راہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:"الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَکَ لَكُمْ فِیْهَاسُبُلًا"[58]"وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس نے اس میں تمہارے لیے راستے بنائے"سلوک کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:"وَالَّذِیْنَ جَاہَدُوْا فِیْنَا لَنَہْدِیَنَّہُمْ سُبُلَنَا"[59]"اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم اسے اپنے راستے دکھادیں گے"یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی ریاضتوں اور عبادتوں سے گزار کر بلند مقام سے نوازتا ہے۔

مقامات عشرہ سلوک

صوفیائے کرام نے سلوک کے طے ہونے کی بنیادیں دس عادات کے حاصل ہونے پر رکھی ہے۔ ان کو اصطلاح میں مقامات عشرہ سلوک کہتے ہیں۔ توبہ، زہد، توکل، قناعت، عزلت،، ہمیشگی ذکر، توجہ، صبر، مراقبہ، رضا۔ ان کو "اصول عشرہ" بھی کہتے ہیں۔

1-مقام توبہ

عربی میں توبہ کے حقیقی معنی رجوع کرنے کے ہیں گناہ سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا توبہ کہلاتا ہے۔ تصوف میں سے تاب الابواب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام دروازے اس دروازے ہی کے کھلنے کے بعد کھلتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[60]"اے ایمان والوں اللہ کی طرف سب سے سب رجوع کرو تا کہ تم دونوں جہانوں میں) میں بامراد ہو جاؤ"اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح دارین کو توبہ میں منحصر قرار دیا ہے کہ اے گروہِ مومنین تم سب کے سب اللہ کی طرف لوٹ آؤ۔ تا کہ اس کے ذریعے تمہیں دنیا و آخرت کی فلاح نصیب ہو۔

2. مقام زہد

زہد کا معنی ہے"تھوڑی چیز"زاہد کا معنی ہے جو تھوڑی چیز پر راضی ہو اور زیادہ سے بے رغبتی کرلے تھوڑی چیز پر قناعت کرنا زہد کہلاتا ہے۔ انسان کا اپنی مرغوب اور مباح چیزوں کا ترک کر دینا زہد ہے یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ صرف حرام چیزوں کو ترک کر دینا زہد نہیں لیکن عرف میں زہد کا لفظ مباح چیزوں کے ترک کے ساتھ مخصوص ہے۔[61] زہد کا شمار تصوف کے اولین مقاصد میں ہوتا ہے۔"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى"[62]"اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ انہیں کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے تو آخرت تو اُن لوگوں کے لیے جو پرہیز گار ہوں"

3. مقام توکل

توکل اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور تمام احوال میں اسی کی طرف رجوع کرنے اور اپنی قوت وطاقت سے دستبر دار ہونے کا نام ہے۔[63] اسلام میں توکل کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس سے دلیری پیدا ہوتی ہے صوفیاء نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا نامساعد حالات میں توکل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے توکل کا حکم دیا ہے اور اس کو ایمان کی شرط ٹھہرایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: "وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"[64] "اور اللہ پر توکل کرو اگر تم ایمان والے مومن ہو"

4. مقام قناعت

تھوڑی چیز پر راضی اور خوش رہنا جو مل جائے اُس پر راضی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی محبوب ترین چیز اُسکی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ انسان کے نزدیک اُسکی جان ومال ہی سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور اہلِ تصوف ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں۔ قناعت پسندی ہی اُن کا شیوہ ہوتا ہے[65] ارشاد الٰہی ہے: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّحَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ"[66] "تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز کو خرچ نہ کرے"

5. مقام عزلت

یادِ حق تعالیٰ کی خاطر تنہائی اختیار کرنا عزلت یا گوشہ نشینی کہلاتی ہے۔ عزلت اہلِ صفا کی صفت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "وَاِذِاعْتَزَلْتُمُوْہُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓااِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ"[67] "اور جب تم نے کنارہ کر لیا۔ ان سے جنکو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں تاکہ تمہارا رب اپنی رحمت سے تم پر پھیلائے" اصحاب کیف نے اس شہر کو چھوڑ دیا جہاں وہ اللہ کی عبادت نہ کرسکتے تھے تو اُنہوں نے غار میں پناہ لی اور عزلت اختیار کی۔

6. مقام ہمیشگی ذکر

ذکر کے لغوی معنی زبان اور دل سے یاد کرنا اصطلاحی مفہوم میں یاد الہیٰ میں تمام ماسویٰ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ یاد الٰہی صوفیاء کرام کا شیوہ ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا"[68] "اے ایمان والوں بکثرت اللہ کا ذکر کرو"

7. مقام توجہ

توجہ کا لغوی معنی کسی کی طرف منہ کرنا رجحان میلان، رغبت، رجوع۔ بندہ دل وجان سے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا عقیدہ بنائے تو اللہ کے نزدیک وہ نیک کام کرنے والا ہے۔ اللہ اسے آخرت میں بہت اجر سے نوازے گا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م1034ھ) فرماتے ہیں اپنی توجہ کا ایک قبلہ بنایئے، توجہ کے لیے متعدد قبلے بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے۔[69] ارشاد الہیٰ ہے "قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۗ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"[70] "کہہ دے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے، اللہ جسے چاہتا ہدایت دیتا ہے"

8. مقام صبر

صبر کے لغوی معنی رک جانا، برداشت کرنا، ڈٹے رہنا۔ مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا۔ انتقام نہ لینا۔ اسلام میں صبر کو بڑا مقام ومرتبہ حاصل ہے۔ جو مسلمان مصائب اور تکالیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں بڑی اہمیت کے حامل ہیں اہلِ تصوف کا یہی شیوہ ہے۔ کہ مصائب وتکالیف، آزمائشوں اور مشکلات کو بڑی ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات ایسے افراد کی خوبیوں پر دلالت کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ"[71] "اے ایمان والوں صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

9. مقام مراقبہ

مراقبہ رقوب سے مشتق ہے جسکا معنی ہے گردن جھکانا، اپنے خیالات کو ماسویٰ سے مکمل طور پر مٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف خیال لگانا مراقبہ کہلاتا ہے۔ مراقبہ تصوف کے اولین مقاصد میں شمار ہوتا ہے۔ مراقبہ صوفیاء کرام کا شیوہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وَ كَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِ شَئٍ رَّقِيباً "[72] "اور ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے" حضرت ابو عثمان مغربی رحمتہ اللہ علیہ (م335ھ) فرماتے ہیں: "جو چیز آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے۔ ان میں سب بہتر محاسبہ اور مراقبہ ہے"[73]

10. مقام رضا

رضا کے لغوی معنی راضی ہونا اور خوشی ہونا کے ہیں اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد اور اس کے برتاؤ سے خوش رہنا رضا کہلاتا ہے۔ رضا کا ادنی درجہ صبر اور اعلیٰ درجہ تسلیم ہے مقام رضا سلوک کی آخری منزل ہے اور انتہائی عظیم مقام ہے اللہ نے اس کا ذکر اپنے کلام میں کیا ہے۔ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ "[74] "اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"

حال قرب

حالتِ قرب اس بندے کو حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جو اپنی اطاعت کے ساتھ مزید قرب حاصل کرلیتا ہے۔ اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ "[75] "جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں"

خلاصۂ بحث

بیان کردہ ابحاث کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم صوفیاء کرام کی مشترکہ تعلیمات سے استفادہ اب بھی ممکن ہے، کوئی انسان اگر کسی ایک سلسلہ کی اتباع نہ بھی کرے تب بھی وہ ان مشترکہ امور پر عمل کرتے ہوئے ایک باعمل مسلمان بن سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت تو ان کا ادبی لٹریچر ہے اور دوسرا ان کی راہ پہ چلتے ہوئے دین کو اس کی اصل بنیادوں پر سمجھنا اور اس کا ادراک حاصل کرنا ہے۔ ان صوفیاء کرام کی تعلیمات کی اثرانگیزی یہ ہوگی کہ مسلمان کے دل میں تزکیہ نفس، صفائے قلب اور اطاعت حق وغیرہ جیسی خوبیاں پیدا ہوں گی۔ اور یہی تو در اصل مقصود حیات ہیں۔

References

[1] 'Ālī Ibn 'Uthmān Ḥajwairī, Kashaf al-Maḥjūb(Lahore: Islāmī Kutub Khānah), 61.
[2] Muhammad Ibn Muhammad al-Ghazālī, Aḥyā' al-Ulūm(Beirūt: Dār al-M'arifah), 2: 250.
[3]Prof. Ḍayā al-Ḥasan, Taṣuwaf(Lahore: Taṣawuf Foudation, 1999 AD), 95.
[4]Jalāl al-Dīn Abdul Raḥmān al-Sayuṭī, Tārīkh al-Khulfā (Lahore: Zavyah Publishers, 2014AD), 158.
[5] Ḍayā al-Ḥasan, Ayinah Taṣawuf, 98.
[6] Prof. Laṭīf Ullah, Ṭaṣawuf aur Sīrat (Lahore: Idārah Thaqāfat Islāmiyah), 215.
[7] Mīr Khurad Kirmānī, Muhammad Ibn Mubārak 'Alvī (Lahore: Markaz Taḥqīqāt Fārsī, 1957AD), 57.
[8] Sarwar Lāhurī Makhdūm, Muftī Ḥadīqa al-Auliyā (Lahore: Al-M'ārif, 2000AD), 30.

[9] Shaikh Abdul Ḥaq Dahlvī, Siyar al-Auliyā Akhbār al-Akhyār(Lahore: Shabīr Publishers), 47.
[10] Prof. Khudā Bakhash, Islāmī Akhlāq-o-Taṣawuf(Lahore: Evernew book Publish, 1998AD), 471.
[11] Syed 'Ālāu al-Dīn, Tazkrah Qādriyah(Quethe: Darbār Ghosiyah, 1998AD), 99.
[12] Abdul Qādir Jīlānī, Ghuniya al-Tālbīn (Lahore: Jāwaid and Company, 1998AD), 43.
[13] Abdul Qādar Jīlānī, Ghaoth A'ẓam, Al-Fatah al-Rubānī (Beirūt: Dār al-M'arifah), 295.
[14] Dr. Muhammad Ḥafīẓ al-Rāḥmān, Taṣawuf aur Ṣufiyah Kī Tārīkh 'Ārab Sy Ḥindustān Tak (Lahore: Shākar Publi Cashans, 2014AD), 50.
[15] Urdu Dairah M'āraf Islāmiyah (Lahore: Punjab University, 1964AD), 4: 426.
[16] Abdul Raḥmān Chisthī, Shaikh Mirāt al-Asrār(Lahore: Bazam Ithāt al-Muslmīn, 1412AH), 539.
[17] Syed Ṣabāḥ al-Dīn, Bazam Ṣufiyah (Lahore: 'Ilam-o-Irfān Publishers, 2016AD), 130.
[18] Syed Muhammad Qāsim, Islāmī Encyclopedia (Lahore: Al-Faisal Nāshrān-o-Tājirān Kutub), 6: 205.
[19]Aḥmad Muṣtfah Ṣadīqī, Ḥamāry Walī(Lahore: Jahāngīr Book Dipo), 16.
[20] Prof. Laṭīf Allah, Taṣawuf aur Sīrat, 432.
[21]Shahāb al-Dīn Saharwardī, 'Āawārf al-M'āraf, 191.
[22] Shaikh Muhammad Ikrām, Āb-e-Kauthar(Lahore: Idārah Thaqāfat Islāmiyah, 2002AD), 252.
[23] Ḥafīz al-Raḥmān, Taṣawuf aur Ṣufiyah Kī Tārīkh 'Ārab Sy Ḥindustān Tak, 50.
[24] Shaikh Muhammad Ibn Sulaimān Baghdādī, Tuḥfah Naqashbandiya(Lahore: Dār-al Ikhlāṣ, 2010AD), 36.
[25]Fārūqī, Āynah Taṣawuf, 95.
[26] Nūr Bakhash Tawaklī, Tazkrah Mashāikh Naqashband(Lahore: Mushtāq book Corner), 135.
[27] Shāh Ḥamīd Ullah Hāshmī, Aḥwāl-o-Āthār Ḥaẓrat Bahāo al-Dīn Zakriyā Multānī (Lahore: Taṣawuf Foundation, 2000AD), 62.
[28]Baghdādī, Tuḥfah Naqashbandiya, 36.
[29]Abdul Qādar Saharwardī, Ādāb al-Murīdīn(Lahore: Taṣawuf Foundation, 1998AD), 11.
[30] Al-Shamas 91: 9,10.
[31] Al-A'lā 87: 14.
[32] Al-Juma' 62: 2.
[33] Fārūqī, Āynah Taṣawuf, 120.
[34] Mirzā Muhammad Akhtar Dahlvī, Auliyā Barsghīr Pak-o-Hind, 67.
[35] Al-Furqān 25: 43.
[36] Ibn-e-Hajar 'Asqlānī, Tahzīb al-Tahzīb, 11: 490.
[37] Al-An'ām 6: 79.
[38] Al-Shamas 91: 7-10.
[39] Al-Muṭafifīn 83: 14.
[40] Al-Syuṭī, Al-Jāmi' al-Ṣaghīr, Ḥadīth: 2064.
[41] Al-A'rāf 7: 175, 176.
[42] Al-Nisā 4: 59.
[43] Al-Nisā 4: 80.

[44] Al-Nisa 4: 64.
[45] Al-Baqara 2: 165.
[46] Al-Muzamil 73: 8.
[47] Ibn-e-Mājah, Al-Sunan (Beirūt: Dār al-Fikar, 2003), Ḥadīth: 7334.
[48] Al-Fatah 48: 29.
[49] Al-Taoba 9: 72.
[50] Al-A'rāf 7: 179.
[51] Al-Ẓāriyāt 51: 56.
[52] Al-Ḥajar15: 99.
[53] Jīlānī, Ghunyat al-Tālbīn, 93.
[54] Al-'Ankabūt 29: 69.
[55] Al-A'rāf 7: 204.
[56] Molvī Ferūz al-Dīn, Ferūz al-Lughāt (Lahore: Ferūz Sons), 807.
[57] Abū Dānyāl Naqāsh, Allah K Walī Kon (Karachi: Maktba Arslān, 2004AD), 107.
[58] Ṭāha 20: 53.
[59] Al-'Ankabūt 29: 69.
[60] Al-Nūr 24: 31.
[61] Dr. Abdul Raḥmān Miṣrī, Maqāmāt Salūk (Lahore: Zavya Traders), 67.
[62] Al-Nisā 4: 77.
[63] Shāh Abdul Qādar 'Īsā, Ḥaqāiq 'an al-Taṣawuf(Lahore: Zavya Foudation 2011AD), 26.
[64] Al-Māidah 5: 23.
[65] Dr. Abdul Rashīd, Taṣawuf Aulyā-e- Mānkī aur Taḥrīk Pakistan (Karachi: Aulyā Accadmey, 1991AD) 57.
[66] Al-'Imrān 3: 92.
[67] Al-Kahaf 18: 16.
[68] Al-Aḥzāb 33: 41.
[69] Shaikh Aḥmad Sarhandī, Maktūbāt Um-e-Rabānī (Lahore: Progressive books, 2006AD), 77.
[70] Al-Baqrah 2: 142.
[71] Al-Baqrah 2: 153.
[72] Al-Aḥzāb 33: 52.
[73] Abdul Raḥmān Al-Qushairī, Risālah Qushairiya (Lahore: Maktbah A'lā Ḥazrat Darbār Market, 1430AH), 387.
[74] Al-Baynah 98: 8.
[75] Al-Baqrah 2: 186.